سید الساجدین، زین العابدین امام سجاد (ع)

<"xml encoding="UTF-8?>

سید الساجدین، زین العابدین امام سجاد (ع)

امام علی بن الحسین (علیہما السلام)، زین العابدین اور سجاد کے القاب سے مشہور ہیں اور روایت مشہور کے مطابق آپ (ع) کی ولادت شعبان المعظم سن 38 ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ کربلا کے واقعے میں آپ (ع) 22 یا 23 سال کے نوجوان تھے اور مسلم مؤرخین و سیرت نگاروں کے مطابق آپ (ع) عمر کے لحاظ سے اپنے بھائی علی اکبر علیہ السلام سے چھوٹے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کی حیات طیبہ کا سماجی، علمی، سیاسی اور تہذیبی حوالوں سے جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ امام سجاد علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ آپ (ع) کربلا کے واقعے میں اپنے والد ماجد سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور شہیدوں کی شہادت کے بعد اپنی پھوپھی ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کے ہمراہ کربلا کے انقلاب اور عاشورا کی تحریک کا پیغام لے کر بنو امیہ کے ہاتھوں اسیری کی زندگی قبول کر لی اور اسیری کے ایام میں عاشورا کا پیغام مؤثر ترین انداز سے دنیا والوں تک اور رہتی دنیا تک کے حریت پسندوں تک، پہنچایا۔

عاشورا کا قیام زندہ جاوید اسلامی تحریک ہے کہ جو محرم سن 61 ہجری کو انجام پائی۔ یہ تحریک دو مرحلوں پر مشتمل تھی:

پہلا مرحلہ تحریک کا آغاز، جہاد و جانبازی اور اسلامی کرامت کے دفاع کے لیے خون و جان کی قربانی دینے کا مرحلہ تھا جس میں عدل کے قیام کی دعوت بھی دی گئی اور دین محمد (ص) کے احیاء کے لیے اور سیرت نبوی و علوی کو زندہ کرنے کے لیے جان نثاری بھی کی گئی، پہلا مرحلہ رجب المرجب سن 60 ہجری سے شروع اور 10 محرم سن 61 ہجری پر مکمل ہوا جبکہ دوسرا مرحلہ اس قیام و انقلاب کو استحکام بخشنے، تحریک کا پیغام پہنچانے اور علمی و تہذیبی جدوجہد نیز اس قیام مقدس کے اہداف کی تشریح کا مرحلہ تھا۔ پہلے مرحلے کی قیادت امام سید الشہداء علیہ السلام نے کی تھی تو دوسرے مرحلے کی قیادت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کو سونپ دی گئی۔

امامت شیعہ اور تحریک عاشورا کی قیادت امام سجاد علیہ السلام کو ایسے حال میں سونپی گئی تھی کہ آل علی علیہ السلام کے اہم ترین افراد آپ (ع) کے ہمراہ اسیر ہو کر امویوں کے دار الحکومت دمشق کی طرف منتقل کیے جا رہے تھے۔ آل علی (ع) پر ہر قسم کی تہمتوں اور بہتانوں کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی بنی امیہ کے اذیت و آزار کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور ان کے متعدد افراد امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے ہمراہ کربلا میں شہادت پا چکے تھے اور بنی امیہ کے دغل باز حکمران موقع سے فائدہ اٹھا کر ہر قسم کا الزام لگانے میں اپنے آپ کو مکمل طور پر آزاد سمجھ رہے تھے کیونکہ مسلمان جہاد کا جذبہ کھو چکے تھے اور ہر کوئی اپنی خیریت کو مناسب و بہتر سمجھتا تھا۔ اس زمانے میں دینی اقدار تغیر و تحریف کا شکار تھیں لوگوں کی دینی حمیت و غیرت ختم ہو چکی تھی، دینی احکامات اموی نا اہلوں کے ہاتھوں کا بازیچہ بن چکے تھے، خرافات و توہمات کو رواج دیا جا چکا تھا، امویوں کی دہشت گردی اور تشدد و خوف و ہراس پھیلانے کے حربوں کے تحت

مسلمانوں میں شہادت و شجاعت کے جذبات جواب دے چکے تھے۔ اگر ایک طرف دینی احکام و تعلیمات سے رو گردانی پر کوئی روک ٹوک نہ تھی تو دوسری طرف سے حکومت وقت پر تنقید و اعتراض کی پاداش میں شدید ترین سزائیں دی جاتی تھیں، لوگوں کو غیر انسانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور ان کا گھر بار لوٹ لیا جاتا تھا اور ان کے اموال و املاک کو اموی حکمرانوں کے حق میں ضبط کیا جاتا تھا اور انہیں اسلامی معاشرے کی تمام مراعاتوں سے محروم کیا جاتا تھا اور اس سلسلے میں آل ہاشم کو خاص طور پر نشانے پر رکھا گیا تھا۔

ادھر آل امیہ کی عام پالیسی یہ تھی کہ وہ لوگوں کو خاندان وحی سے رابطہ کرنے سے روک لیتے تھے اور انہیں اہل بیت رسول (ص) کے خلاف اقدامات کرنے پر آمادہ کیا کرتے تھے وہ لوگوں کو اہل بیت علیہم السلام کی باتیں سننے تک سے روک لیتے تھے جیسا کہ یزید کا دادا اور معاویہ کا باپ صخر ابن حرب (ابو سفیان) ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ کے ساتھ مل کر بعثت کے بعد کے ایام میں عوام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی باتیں سننے سے روک لیتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ آپ (ص) کی باتوں میں سحر ہے، سنو گے تو سحر کا شکار ہو جاؤ گے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ایسے حالات میں امامت کا عہدہ سنبھالا جبکہ صرف تین افراد آپ (ع) کے حقیقی پیروکار تھے اور آپ (ص) نے ایسے ہی حال میں اپنی علمی و تہذیبی و تعلیمی جدوجہد اور بزرگی علمی و ثقافتی شخصیات کی تربیت کا آغاز کیا اور ایک گہری اور مدبرانہ اور وسیع تحریک کے ذریعے امامت کا کردار ادا کرنا شروع کیا اور امام سجاد علیہ السلام کی یہی تعلیمی و تربیتی تحریک امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی عظیم علمی تحریک کی بنیاد ثابت ہوئی۔ اسی بناء پر بعض مصنفین اور مؤلفین نے امام سجاد علیہ السلام کو " باعث الاسلام من جدید " یعنی نئے سرے سے اسلام کو متحرک اور فعال کرنے والے کا لقب دیا ہے۔

واقعے کے شاہد امام سجاد علیہ السلام کربلا میں حسینی تحریک میں شریک تھے اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن تحریک حسینی کے آغاز کے ایام سے امام سجاد علیہ السلام کے معاشرتی اور سیاسی کردار کے بارے میں تاریخ ہمیں کچھ زیادہ معلومات دینے سے قاصر نظر آ رہی ہے یعنی ہمارے پاس وسط رجب سے جب امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے، مکہ میں قیام کیا اور پھر کوفہ روانہ ہوئے اور 10 محرم سن 61 ہجری کو شہید ہوئے لیکن امام سجاد علیہ السلام کے کردار کے بارے میں تاریخ کچھ زیادہ اطلاعات ہم تک پہنچانے سے قاصر ہے اور تاریخ و سیرت اور سوانح نگاریوں میں ہمیں امام سجاد علیہ السلام شب عاشور دکھائی دیتے ہیں اور شب عاشورا امام سجاد علیہ السلام کا پہلا سیاسی اور سماجی کردار ثبت ہو چکا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: شب عاشور میرے والد (سید الشہداء فرزند رسول امام حسین ابن علی علیہ السلام) نے اپنے اصحاب کو بلوایا، میں بیماری کی حالت میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ (ع) کا کلام سن لوں، میرے والد نے فرمایا:

میں خداوند کی تعریف کرتا ہوں اور ہر خوشی اور ناخوشی میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں ... میں اپنے اصحاب سے زیادہ با وفا اور بہتر اصحاب کو نہیں جانتا اور اپنے خاندان سے زیادہ مطیع و فرمانبردار اور اپنے قرابتداروں سے

زیادہ صلہ رحمی کے پابند، قرابتدار نہیں جانتا۔ خداوند تم سب کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔ میں جانتا ہوں کہ کل (روز عاشورا) ہمارا معاملہ ان کے ساتھ جنگ پر ختم ہو گا۔ میں آپ سب کو اجازت دیتا ہوں اور اپنی بیعت تم سے اٹھا دیتا ہوں تا کہ تم فاصلہ طے کرنے اور خطرے سے دور ہونے کے لیے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا سکو اور تم میں سے ہر فرد میرے خاندان کے ایک فرد کا ہاتھ پکڑ لے اور سب مختلف شہروں میں منتشر ہو جاؤ تا کہ خداوند اپنی فراخی تمہارے لیے مقرر فرمائے کیونکہ یہ لوگ صرف مجھ سے سروکار رکھتے ہیں اور اگر مجھے اپنے نرغے میں پائیں تو تم سے کوئی کام نہ رکھیں گے۔ اس رات امام سجاد علیہ السلام بیمار بھی تھے اور یہ حقائق بھی دیکھ رہے تھے چنانچہ آپ (ع) کے لیے وہ رات بہت عجیب و غریب رات تھی۔ آپ (ع) نے اس رات امام حسین علیہ السلام کی روح کی عظمت اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کی شجاعت اور وفاداری کے اعلی ترین مراتب و مدارج کا مشاہدہ فرمایا جبکہ آپ (ع) اپنے آپ کو بعد کے ایام کے لیے تیار کر رہے تھے۔ حضرت علی ابن حسین علیهما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں :

جس شام کی صبح کو میرے بابا شہید کر دئیے گئے اسی شب میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمار داری کر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں میرے بابا اصحاب سے جدا ہو کر اپنے خیمے میں آئے۔ آپ کے خیمے میں جناب ابوذر کے غلام جَون بھی تھے جو آپ (ع) کی تلوار کو صیقل دے رہے تھے اور اس کی دھار سدھار رہے تھے جبکہ میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے :

یا دهر افٍّ لک من خلیل کَمْ لَکَ في الاشراق و الأَصیلمن طالبٍ و صاحبٍ قتیل و الدّهر لا یقَنُع بالبدي لو انّما الأمر الي الجلیل و کلُّ حيٍّ سالکٌ سبیلا ،

اے دنیا اور اے زمانے !

اف ہے تیری دوستی پر کہ تو اپنے بہت سے دوستوں کو صبح و شام موت کے سپرد کرتے ہو اور مارتے ہوئے کسی کا عوض بھی قبول نہیں کرتی اور بے شک امور سارے کے سارے خدائے جلیل کے دست قدرت میں ہیں اور شک نہیں ہے کہ ہر ذی روح کو اس دنیا سے جانا ہے۔

بحار الانوار ج 45 ص 2

سید الشہداء علیہ السلام شعر اور شمشیر کیا امتزاج ہے اور کیا راوی ہیں اس نہایت لطیف و ظریف واقعے کے، امام سجاد علیہ السلام، تقریبا تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ امام سجاد علیہ السلام کربلا میں بیمار تھے اور یہ بیماری امت کے لیے خداوند کی ایک مصلحت تھی اور مقصد یہ تھا کہ حجت خداوندی روئے زمین پر باقی رہے اور اس کے کوئی گزند نہ پہنچے اور اللہ عز و جل کی ولایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی وصایت و ولایت کا سلسلہ منقطع نہ ہو چنانچہ امام سجاد علیہ السلام اسی بیماری کی وجہ سے میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوئے، امام سجاد علیہ السلام اور امام باقر علیہ السلام آل محمد (ص) کے مردوں میں سے دو ہی تھے جو زندہ رہے اور ہدایت امت کا پرچم سنبھالے رہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام اس وقت 4 سال یا اس سے بھی کم عمر کے تھے۔

حضرت علی ابن الحسین (ع) کے دو مشہور لقب:

آپ کے دو مشہور لقب ہیں سجاد اور زین العابدین ، آپ کی ولادت با سعادت مدینہ منورہ میں سن 38 ہجری کو ہوئی، آپ کا اس وقت بچپن تھا جس وقت آپ کے جد امیر المومنین علی علیہ السلام پر مصائب پڑے اور آپ کے چچا امام حسن علیہ السلام کے ساتھ سازش کی گئی جس کے بعد آپ کو معاویہ سے صلح کرنا پڑی۔

اور جس وقت واقعہ کربلا نمودار ہوا اس وقت آپ کی جوانی کا عالم تھا آپ تمام مصائب کربلا میں شریک تھے یہاں تک کہ آپ کو اسیر کر کے شام لے جایا گیا لیکن آپ اور آپ کی پھوپھی جناب زینب سلام اللہ علیہا نے یزید کے مقصد کو ناکام بنا دیا کیونکہ یزید لوگوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ ایک خارجی نے حکومت وقت پر خروج کیا تھا لہٰذا اس کے ساتھ یہ سب کچھ کیا گیا لیکن جناب سید سجاد اور جناب زینب سلام اللہ علیہما کے خطبوں کی وجہ سے یزید کا سارا ہدف خاک میں دفن ہو گیا۔

چنانچہ امام علیہ السلام کی زندگی میں واقعہ کربلا کے بعد جب مدینہ والوں نے یزیدی ظلم و جور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو واقعہ حرہ پیش آیا کہ جس میں یزید نے اپنی فوج کے لیے اہل مدینہ کے مال و دولت اور ناموس کو حلال کر دیا تھا اور انھوں نے ظلم و بربریت کا وہ درد ناک کھیل کھیلا کہ تاریخ شرمندہ ہے، اس واقعہ میں مروان ابن حکم جیسے آپ کے دشمن کو بھی سوائے آپ کے در دولت کے علاوہ کہیں پناہ نہ ملی۔

اور ان لوگوں کو اس وجہ سے امام علیہ السلام نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی تا کہ تاریخ اور لوگوں کے لیے ایک عظیم درس مل جائے کہ الٰہی امام کا کردار کیسا ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام نے حکومت وقت کے ظلم اور اہل بیت علیہم السلام کی مظلومیت کو اپنی دعاؤں میں بیان کرنا شروع کیا اور ان دعاؤں میں لوگوں کو تعلیم دینا شروع کیں، چنانچہ امام علیہ السلام کی یہ دعائیں مؤمنین میں رائج ہوتی چلیں گئیں۔ ان دعاؤں میں حاکم وقت کی حقیقت اور اس کے ظلم و جور کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور لوگوں کے ذہن کو ان سازشوں کی طرف متوجہ کیا کہ حکومت وقت تعلیمات دین کو ختم کرنا چاہتی ہے اور مقام اولیاء اللہ و اصفیاء اللہ پر قبضہ کرنا چاہتی ہے نیز حلال و حرام میں تحریف کرنا چاہتی ہے اور سنت رسول کو نابود کرنا چاہتی ہے۔

چنانچہ امام سجاد علیہ السلام نے ان سخت حالات کا مقابلہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ کیا ، امام (ع) کی ان دعاؤں کے مجموعہ کو صحیفہ سجادیہ کہا جاتا ہے، امام کی یہ عظیم میراث ہمارے لیے بلکہ ہر زمانے کے لیے حقیقت کو واضح کر دیتی ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کی عظیم میراث میں سے ایک حقوق نامی رسالہ بھی ہے جس میں تمام خاص و عام حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ جس کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس کے حقوق کیا ہیں اور خداوند کے حقوق کیا کیا ہیں، انسان کو اپنے اعضاء و جوارح پر کیا حق ہے اور کیا حق نہیں ہے۔ امام سجاد علیہ السلام کی شہادت سن 95 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

روز عاشورا امام زین العابدین (ع) پر غشی کا طاری ہونا:

اگر امام حسین علیہ السلام اپنی زندگی میں امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنا وصی نہ بنا گئے ہوتے تو زمین و آسمان باقی نہ رہتے۔ یہ ضروری ہے کہ حجت ِخدا ہر وقت رہے۔ خلق سے پہلے بھی حجت خدا، بعد میں بھی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ بھی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ولی اُٹھتا نہیں جب تک کہ دوسرے کو اپنا قائم مقام نہ بنا

لے۔ آئمہ طاہرین میں یہی رہا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قید خانے میں ہیں اور زہر دے دیا گیا ہے اور آپ کی حالت بس قریب المرگ پہنچ چکی ہے۔ تیسرے دن آپ زمین سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ لیٹ کر ہی اشاروں سے نمازیں ادا ہو رہی ہیں۔ ایک غلام تھا جو مقرر کیا گیا تھا کہ دروازہ اس وقت تک نہ کھولنا جب تک یہ مر نہ جائیں۔ یہ کھڑا ہوا ہے دروازے پر یہ تیسرے دن کا واقعہ ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان یکایک میرے سامنے آیا۔ وہ اتنا حسین تھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چودہویں رات کا چاند ہو۔ اُس نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دو۔ میں نے کہا کہ بادشاہ کا حکم نہیں ہے۔

اُس نے کہا کہ ہٹتا کیوں نہیں۔ میرا باپ دنیا سے جا رہا ہے، میں اُس کی آخری زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ چنانچہ غلام ایک طرف ہٹا۔ وہ جوان آگے ہوا، دروازہ خود بخود کھلا۔ وہ داخل ہوا اور دروازہ پھر بند ہو گیا۔ اس کو دیکھتے ہی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھا دئیے اور سینے سے لگا لیا۔ یہ کیوں ؟ یہ اس لیے کہ زمین حجت ِخدا سے خالی نہ رہ جائے۔

امام حسین علیہ السلام بھی آئے اپنے فرزند بیمار کے پاس۔ امام زین العابدین پر عالمِ غشی طاری ہے۔ آپ کو کچھ پتا نہیں کہ کیا ہو چکا۔ صبح سے اب تک آپ اس وقت آئے ہیں جب علی اصغر کو بھی دفن کر چکے۔ آخری رخصت کیلئے بیبیوں کے خیمے میں آئے ہیں اور آواز دی کہ میرا آخری سلام قبول کر لو۔ چنانچہ زینب نے پاس بلا لیا۔ بھائی سے لپٹ گئیں۔

بھیا ! کیا میرے سر سے چادر اُترنے کا وقت آ گیا ؟ کیا میرے بازوؤں کے بندھنے کا وقت آ گیا ؟

امام حسین (ع) نے آپ (ع) کو تسلیاں دیں۔ آپ نے فرمایا: بہن ! اتنی مضطرب نہ ہو۔ اگر تم اتنی مضطرب ہو جاؤ گی تو ان بیبیوں کو شام تک کون لے جائے گا ؟

تمہیں سنبھالنا ہے، خدا کے بعد یہ بیبیاں تمہارے حوالے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے تمہارے حوالے ہیں۔ آپ نے وصیتیں کیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: بہن ! ذرا مجھے میرے بیمار بیٹے تک پہنچا دو۔

جنابِ زینب امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمے میں لے گئیں۔ خداوند کسی باپ کو بیٹے کی یہ حالت نہ دکھائے۔ عالمِ غشی میں پڑے ہیں۔ صبح سے بخار کی جو شدت ہوئی ہے تو آنکھ نہیں کھول سکے، امام زین العابدین علیہ السلام امام حسین کے پاس بیٹھ گئے، بیٹے کی شکل دیکھی۔ حالت ملاحظہ کی، آوازدی: بیٹا زین العابدین ! باپ کو آخری مرتبہ دیکھ لو۔ اب میں بھی جا رہا ہوں۔ امام زین العابدین کی آنکھ نہ کھلی۔ شانے پر ہاتھ رکھا۔ شانہ ہلایا، آنکھ نہ کھلی۔ آواز دی، آنکھ نہ کھلی۔ ایک مرتبہ نبض پر ہاتھ رکھا، بخار کی شدت معلوم ہوئی۔ انجام یاد آ گیا کہ تھوڑی دیر کے بعد کیا ہونے والا ہے ؟ آخر باپ کا دل تھا، مولا حسین رونے لگے۔ گرم گرم آنسو جو بیمار امام کے چہرے مبارک پر پڑے، آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ ایک شخص سر سے پاؤں تک خون میں ڈوبا ہوا سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر عابد ِ بیمار پریشان ہو گئے۔

امام حسین (ع) نے فوراً کہا: بیٹا !

گھبراؤ نہیں اور کوئی نہیں ، تمہارا مظلوم باپ ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو خیال آیا کہ میرے باپ کے اتنے دوست اور رفقاء تھے، یہ کس طرح زخمی ہو گئے؟

آپ پوچھتے ہیں: بابا ! حبیب ابن مظاہر کہاں گئے ؟

فرمایا: بیٹا !

وہ مارے گئے۔ کہا مسلم ابن عوسجہ کیا ہوئے ؟

کہا کہ وہ بھی مارے گئے۔ اس کے بعد پوچھا : پھر میرے بہادر اور جری چچا عباس علمدار کیا ہوئے ؟

فرمایا: دریا کے کنارے بازو کٹائے سو رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں: بابا !

پھر بھائی علی اکبر کہاں ہیں ؟ فرماتے ہیں: بیٹا ! کس کس کا پوچھو گے ؟ وہ بھی نہیں، صرف میں رہ گیا اور تم رہ گئے ہو۔

میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں آخری وصیت کروں اور اسرارِ امامت سپرد کر دوں۔ اس کے بعد کچھ فرمایا کہ جس کا تعلق اسرارِ امامت سے تھا اور ایک مرتبہ اُٹھے کہ بیٹا میں جا رہا ہوں۔ اب نہیں آؤں گا۔

دیکھو !

ماں بہنوں کا ساتھ ہے بازاروں میں جانا ہے دربار میں جانا ہے، جلال میں نہ آ جانا۔

امام سجاد (ع) اور واقعۂ کربلا:

امام سجاد (ع) واقعۂ کربلا میں اپنے والد امام حسین (ع) اور اولاد و اصحاب کی شہادت کے دن، شدید بیماری میں مبتلا تھے اور بیماری کی شدت اس قدر تھی کہ جب بھی یزیدی سپاہی آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے، ان ہی میں سے بعض کہہ دیتے تھے کہ اس نوجوان کے لیے یہی بیماری کافی ہے جس میں وہ مبتلا ہے۔

شیخ مفید، الارشاد، ج 2، ص 113

طبرسی، اعلام الوری،ج 1، ص 469

اسیری کے ایام:

عاشورا سن 61 کے بعد، جب لشکر یزید نے اہل بیت کو اسیر کر کے کوفہ منتقل کیا، تو ان میں سے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے علاوہ امام سجاد (ع) نے بھی اپنے خطبوں کے ذریعے حقائق واضح کیے اور حالات کی تشریح کی اور اپنا تعارف کراتے ہوئے یزید کے کارندوں کے جرائم کو آشکار کر دیا اور اہل کوفہ پر ملامت کی۔

مازندرانی، ابن شہر آشوب، مناقب آل ابیطالب، ج 3، ص 261

طبرسی، الاحتجاج، مشهد، ج 2، ص 305

شیخ عباس قمی، منتهی الامال،ج 1، ص 733

سید بن طاووس، اللهوف ، ص 220-222

طبرسی، الاحتجاج، ج 2، ص 306

شیخ عباس قمی، منتہی الامال، ج 1، ص 733

امام سجاد (ع) نے کوفیوں سے خطاب کرنے کے بعد ابن زیاد کی مجلس میں بھی موقع پا کر چند مختصر جملوں کے ذریعے اس مجلس کے حاضرین کو متاثر کیا۔ اس مجلس میں ابن زیاد نے امام سجاد (ع) کے قتل کا حکم جاری کیا لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے درمیان میں آ کر ابن زیاد کے خواب کو سچا نہیں ہونے دیا۔

مجلسی، بحار الانوار ، ج 45، ص 117

سید بن طاووس، اللهوف، ص 228

اس کے بعد جب یزیدی لشکر اہل بیت (ع) کو خارجی اسیروں کے عنوان سے شام لے گیا تو بھی امام سجاد علیہ السلام نے اپنے خطبوں کے ذریعے امویوں کا حقیقی چہرہ بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

جب اسیران آل رسول (ص) کو پہلی بار مجلس یزید میں لے جایا گیا تو امام سجاد (ع) کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ امام (ع) نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا:

تجھے خدا کی قسم دلاتا ہوں تو کیا سمجھتا ہے اگر رسول اللہ (ص) ہمیں اس حال میں دیکھیں ! ؟ یزید نے حکم دیا کہ اسیروں کے ہاتھ پاؤں سے رسیاں کھول دی جائیں۔

سید بن طاووس، اللهوف ، ص 248

ابن سعد، الطبقات الکبری، ج 10، ص 448

حلّی، مثیر الاحزان، ص 78

ابو مخنف، مقتل الحسین، ص 240

ابن سعد، الطبقات الکبری، ج 10، ص 448

امام زین العابدین (ع) اور فقراء مدینہ کی کفالت:

ابن طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فقراء مدینہ کے 199 گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے کہ جنہیں آپ نے یہ بھی معلوم نہ ہونے دیا تھا کہ یہ

سامان خورد و نوش رات کو کون دے جاتا ہے۔ آپ کی عادت یہ تھی کہ بوریاں پشت پر لاد کر گھروں میں روٹی اور آٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا۔

بعض معززین کا کہنا ہے کہ ہم نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔

مطالب السؤل ص 265

نور الابصار ص 126

ابو حمزه ثمالی سے مروی ہے کہ علی ابن الحسین (ع) راتوں کو کھانے پینے کی چیزوں کو اپنے کندھے پر رکھ کر اندھیرے میں خفیہ طور پر غربا اور مساکین کو پہنچا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

جو صدقہ اندھیرے میں دیا جائے وہ غضب پروردگار کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 4، ص 393

محمد ابن اسحاق کہتا ہے: کچھ لوگ مدینہ کے نواح میں زندگی بسر کرتے تھے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کے اخراجات کہاں سے پورے کیے جاتے ہیں، علی ابن الحسین (ع) کی وفات کے ساتھ ہی انہیں راتوں کو ملنے والی غذائی امداد کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 4، ص 393

راتوں کو روٹی کے تھیلے اپنی پشت پر رکھتے تھے اور محتاجوں کے گھروں کا رخ کرتے تھے اور کہتے تھے:

راز داری میں صدقہ غضب پروردگار کی آگ کو بجھا دیتا ہے،

ان تھیلوں کو لادنے کی وجہ سے آپ کی کمر مبارک پر نشان پڑ گئے تھے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو غسل دیتے ہوئے وہ نشانات آپ کے بدن پر دیکھے گئے۔

ابو نعیم اصفہانی، حلیة الاولیاء ج 3 ص 136

کشف الغمه ج 2 ص 77

مناقب آل ابی طالب ج 4 ص 154

صفة الصفوة ج 2 ص 154

خصال شیخ صدوق ص 616

علل الشرایع ص 231

بحار الانوار ج 45 ص 90

شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، صص 147-148

ابن سعد روایت کرتا ہے کہ: جب کوئی محتاج آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ فرماتے:

صدقہ سائل تک پہنچنے سے پہلے خداوند تک پہنچ جاتا ہے۔

طبقات ابن سعد ج 5 ص 160

شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص 148

آپ کا ایک چچا زاد بھائی ضرورتمند تھا اور آپ راتوں کو شناخت کرائے بغیر آپ کو چند دینار پہنچا دیتے تھے اور وہ شخص کہتا تھا:

علی ابن الحسین قرابت کا حق ادا نہیں کرتے خدا انہیں اپنے اس عمل کا بدلہ دے۔ امام (ع) اس کی باتیں سن کر صبر و بردباری سے کام لیتے تھے اور اس کی ضرورت پوری کرتے وقت اپنی شناخت نہیں کراتے تھے۔ جب امام (ع) کا انتقال ہوا تو وہ احسان اس مرد سے منقطع ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ وہ نیک انسان امام علی ابن الحسین (ع) ہی تھے، چنانچہ آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور زار و قطار رویا۔

کشف الغمه ج 2 ص 107.

ابو نعیم اصفہانی، حلیة الاولیاء ج 3 ص 140

شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص 148

ابو نعیم نے بھی لکھا ہے کہ: امام سجاد (ع) نے دو بار اپنا پورا مال محتاجوں کے درمیان بانٹ دیا اور فرمایا:

خداوند مؤمن گنہگار شخص کو دوست رکھتا ہے جو توبہ کرے۔

حلیة الاولیاء ج3 ص 136

تاریخ طبری ج 3 ص 2482

طبقات ابن سعد ج5 ص162

شہیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص 148

ابو نعیم ہی لکھتے ہیں: بعض لوگ آپ کو بخیل سمجھتے تھے لیکن جب دنیا سے رحلت کر گئے تو سمجھ گئے کہ ایک سو خاندانوں کی کفالت کرتے رہے تھے۔

صفة الصفوة ج 2 ص 54

حلية الاولياء ج 3 ص 136

طبقات ابن سعد ج 5 ص 164

شهیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص 148

جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تو آپ فرماتے تھے:

آفرین ہے اس شخص پر جو میرا سفر خرچ آخرت میں منتقل کر رہا ہے۔

کشف الغمه ج 2 ص 77

مناقب آل ابی طالب ج 4 ص 154

حلية الاولياء ج 3 ص 136

بحار الانوار ج 45 ص 137

شهیدی، زندگانی علی بن الحسین (ع)، ص 148

طاغوت کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی حمایت:

شام کے شاہی دربار میں امام سجاد اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہما کے خطبوں اور مناظروں کے بعد شام کے لوگ یزید اور اموی خاندان کے حقائق سے آگاہ ہوئے اور یزید کو اپنی جان اور حکومت کا شدید خطرہ لاحق ہوا، جس کو بعد وہ عبید اللہ ابن مرجانہ کو قصور وار ٹھہرانے لگا۔

یزید نے علی بن الحسین (ع) سے کہا: خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے ! جان لیں کہ خدا کی قسم ! اگر میں آپ (ع) کے والد سے ملتا تو وہ جو بھی چاہتے میں فراہم کرتا اور ان کے قتل کا سد باب کرتا خواہ اس راہ میں مجھے اپنے بعض بچوں کی قربانی کیوں نہ دینی پڑتی، پر خدا نے کچھ ایسا ہی مقدر کیا تھا جو آپ نے دیکھا۔

علامہ محمد باقر مجلسي بحار الانوار ج 45 ص 145

تاہم یہ عوام کو دھوکہ دینے کی ایک کوشش تھی ورنہ اسیران آل محمد (ص) شام میں کیوں ہوتے ؟ اور انہیں شام میں کئی دن تک قید کیوں کیا جاتا ؟ ان کے لیے دربار میں مجلس جشن کیوں بپا کی جاتی اور انہیں طعنے کیوں دیئے جاتے ؟ اور بالآخر یہ کہ عبید اللہ ابن مرجانہ اس کے بعد بھی کوفہ کا گورنر کیونکر رہ سکتا تھا ؟ اور یزید اس کو شام بلوا کر اس کو کثیر تحائف کیوں دیتا اور اس کو اپنے گھر میں اپنے خاص فرد کے عنوان سے جگہ کیوں دیتا اور عیش و عشرت کی خاص محافل میں اس کو شرکت کی دعوت کیوں دیتا ؟!

نتیجہ یہی ہے کہ یزید نے شام میں عوامی بغاوت کا سد باب کرنے اور عوام کی مزید آگہی کا راستہ روکنے کے لیے اہل بیت (ع) کو مدینہ روانہ کیا۔

امام سجاد (ع) کی کار کردگی نے امویوں کا چہرہ بے نقاب کر دیا تھا جو اسلام کے نام پر حکومت کر رہے تھے اور امت ان کو پہچان ہو چکی تھی کہ جسکے بعد اموی ملوکیت کے خلاف خونی تحریکوں کا آغاز ہوا۔

در حقیقت کربلا میں سید الشہداء علیہ السلام کی عظیم تحریک کو اسیران آل محمد (ع) کی تبلیغی تحریک نے زندہ و جاوید کر دیا تھا اور مسلمانوں میں رزم و شجاعت اور ایثار کے جذبات کا ابھرنا اس کا فطری رد عمل تھا۔ اسلام پسندی اور طاغوت کے خلاف جہاد کے احساسات کو فروغ ملا اور عوام نے مختلف تحریکوں کے ذریعے آل ابی سفیان کی بادشاہت کی بساط لپیٹنے کی کوشش کی جس کا قلیل المدتی نتیجہ بہت تھوڑے عرصے میں آل ابی سفیان کے زوال کی صورت میں ظہور پذیر ہوا اور مروان امت مسلمہ پر مسلط ہوا۔

آل امیہ کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں میں قیام توابین، قیام مختار اور قیام مدینہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر دو تحریکوں نے امویوں کو شام تک محدود کر دیا تھا، ان کو امام سجاد علیہ السلام کی اخلاقی حمایت حاصل تھی، امام سجاد (ع) کی تعلیمات ہی کے نتیجے میں ہی واقعۂ کربلا کے نصف صدی بعد امام (ع) کے فرزند زید ابن علی ابن الحسین (ع) کی تحریک نے امویوں کو سنجیدہ خطرات سے دوچار کیا۔ اس تحریک میں اہل سنت کے امام ابو حنیفہ بھی شریک تھے۔

امام سجاد (ع) کی با مقصد اور اثر گذار سوگواری:

امام سجاد (ع) شہدائے کربلا کی یاد زندہ رکھنے کے لیے مختلف مواقع پر اپنے عزیزوں کے لیے گریہ و بکاء کرتے تھے۔ امام (ع) کے آنسو لوگوں کے جذبات کو متحرک کر دیتے تھے اور سننے اور دیکھنے والوں کے ذہنوں میں شہدائے کربلا کی مظلومیت کا خاکہ بنا دیتے تھے۔ تحریک عاشورا کو جاری و ساری رکھنے میں ان اشکوں کا بہت اہم کردار تھا اور آج بھی امام سجاد (ع) کی سنت پر عمل پیرا ہو کر مسلمانان عالم اس تحریک کو جاری رکھ رہے ہیں اور عزا داری اور سوگواری آج بھی کروڑوں شیدائی عزاداروں کے جذبات و احساسات کو حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی راہ و روش اور مقدس مشن سے جوڑنے کے سلسلے میں اہم ترین سبب سمجھی جاتی ہے۔

پوچھا جاتا تھا کہ آپ (ع) کب تک عزادار رہیں گے تو آپ فرماتے تھے:

مجھ پر ملامت نہ کرو، حضرت یعقوب ابن اسحق ابن ابراہیم (ع) پیغمبر تھے جن کے والد اور دادا بھی پیغمبر تھے، ان کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک کو خداوند نے کچھ عرصے کے لیے ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا، اس وقتی جدائی کے غم سے یعقوب (ع) کے سر کے بال سفید ہوئے، کمر خمیدہ ہوئی اور ان کی آنکھوں کی روشنی شدت گریہ کی وجہ سے ختم ہوئی جبکہ ان کا بیٹا اسی دنیا میں زندہ تھا، جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد، بھائیوں اور خاندان کے 17 افراد کو مظلومانہ قتل ہوتے ہوئے اور زمین پر گرتے ہوئے دیکھا ہے، پس میرا غم و اندوہ کیونکر ختم ہو گا اور میرا گریہ کیونکر رکے گا۔

اللہوف سید بن طاووس، ص 380

امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ:

امام سجاد علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو پورا مدینہ امام علیہ السلام کے سوگ میں عزادار ہو گیا، مرد و زن، گورا کالا اور چھوٹا بڑا سب امام کے غم میں گریاں تھے اور زمین و آسمان سے غم کے آثار نمایاں تھے۔

امام علی ابن الحسین علیہ السلام جو سجاد ، زین العابدین ، اور سید الساجدین ، جیسے القاب سے مشہور تھے، کربلا میں آئے تو 22 سالہ نوجوان تھے۔

11 محرم کو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے مقتولین کی لاشیں اکٹھی کروائیں اور ان پر نماز پڑھی اور انہیں دفنا دیا مگر امام حسین علیہ السلام اور اصحاب و خاندان کے شہداء کے جنازے دشت کربلا میں پڑے رہے۔ عمر سعد نے کوفہ کی طرف حرکت کا حکم دیا۔ عرب اور کوفے کے قبیلوں کے افراد نے ابن زیاد کی قربت اور خداوند کی لعنت حاصل کرنے کے لیے شہداء کے مطہر سروں کو آپس میں تقسیم کر کے نیزوں پر سجایا اور کوفہ جانے کے لیے تیار ہوئے اور حرم رسول اللہ (ص) کی خواتین، بچوں اور بچیوں کو بے چادر، اونٹوں پر سوار کیا گیا اور کفار کے اسیروں کی طرح انہیں کوفہ کی جانب لے گئے۔

جب یہ اسراء کوفے کے نزدیک پہنچے تو وہاں کے لوگ اسیروں کا تماشا دیکھنے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ ایک کوفی خاتون جو اپنے گھر کی چھت سے اسیروں کے کارواں کا تماشا دیکھ رہی تھی، نے اسراء سے پوچھا: تم کس قوم کے اسیر ہو ؟

جواب ملا : ہم اسیران آل محمد (ع) ہیں۔

چنانچہ وہ خاتون جلدی سے نیچے اتر آئی اور بیبیوں کے لیے چادریں، مقنعے اور لباس لے کر آئی۔

اب ذرا تصور کریں کہ امام سجاد علیہ السلام کا حال کیا رہا ہو گا ؟

ایک طرف سے بیماری کی وجہ سے نقاہت جسم مبارک پر طاری تھی، دوسری طرف سے اہل خاندان، بھائیوں، چچا زاد بھائیوں، رشتہ داروں، چچاؤں اور بابا کی شہادت سے دل ٹکڑے ٹکرے تھا اور پھر ان کے قلم شدہ سر آپ (ع) کے سامنے نیزوں پر جا رہے تھے مگر ان سب غموں اور دکھوں سے بڑا اور تکلیف دہ غم یہ تھا کہ آپ اس کے باوجود کہ امام تھے اور غیرت الہی کا مظہر تامّ و تمام تھے، آپ کے خاندان کی سیدانیاں بے مقنعہ و چادر آپ (ع) کے ہمراہ اسیر ہو کر جا رہی تھیں جبکہ چاروں طرف سے نامحرموں اور دشمنوں کی نظریں ٹکی ہوئی تھیں...

دار الامارہ میں اسیران آل محمد کے داخلے سے قبل، امام حسین (ع) کا سر مطہر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ ابن مرجانہ کے ہاتھ میں خیزران کی ایک چھڑی تھی جس سے امام کے لب و دندان پر وہ بے ادبی کرنے لگا۔

یہ بے ادبی اور جسارت حاضرین کے اعتراض و تنقید کا باعث بنی۔ رسول اللہ (ص) کے صحابی اور جنگ صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے والے بزرگ صحابی زید ابن ارقم جو اس وقت بہت

بوڑھے ہو چکے تھے، نے عبید اللہ سے خطاب کر کے تنبیہ کی:

اپنی چھڑی اٹھا لو ! خدا کی قسم میں نے پیغمبر اکرم (ص) کو دیکھا کہ جن لبوں اور دانتوں کو تم چھڑی مار رہے ہو، آپ (ص) ان کے بوسے لیا کرتے تھے۔ ابن ارقم یہ کہہ کر رونے لگے۔

یزید کے گورنر نے کہا: اگر تم پاگل اور عقل باختہ بوڑھے نہ ہوتے تو ابھی اسی وقت تمہارا سر قلم کر دیتا۔

ابن ارقم اسی وقت اٹھے اور دار الامارہ سے باہر نکلتے ہوئے کہا: اے عرب ! آج سے تم سب غلام بن گئے۔ تم نے فرزند فاطمہ (س) کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر تسلیم کیا ! خدا کی قسم ! یہ شخص تمہارے نیک اور صالح افراد کو قتل کرے گا اور تمہارے جرائم پیشہ افراد سے کام لے گا۔

اسی مجمع میں رسول خدا (ص) کے ایک اور صحابی انس ابن مالک بھی موجود تھے جو امام حسین علیہ السلام کا سر دیکھ کر اور عبید اللہ کی جسارت کا مشاہدہ کر کے روئے اور کہا:

یہ رسول اللہ کے ساتھ بہت زیادہ شباہت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد اسراء کو ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا، ابن مرجانہ نے امام سجاد (ع) کو دیکھا تو کہا: تم کون ہو ؟

فرمایا: علی ابن الحسین،

اس ملعون نے کہا: کیا علی ابن الحسین کو خدا نے کربلا میں نہیں مارا ؟

امام نے فرمایا: میرے ایک بھائی کا نام بھی علی تھا کہ جنکو تمہارے لوگوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: خدا نے مارا ہے اسے۔

امام نے فرمایا: اللہ یتوفی الانفس حین موتہا،

خدا موت کے وقت انسانوں کی روح اپنے قبضے میں لے لیتا ہے،

سورہ زمر آیت 42

ابن زیاد نے غصے میں کہا: میرے جواب میں دلیری دکھاتے ہو ؟ اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ ان کا کلام قطع کر دیں اور ان کا سر قلم کر دیں۔

اسی وقت حضرت زینب (س) نے فرمایا: اے پسر زیاد ! تم نے جتنا ہمارا خون بہایا اتنا بس ہے اور امام سجاد کو جناب زینب نے اپنی آغوش میں لیا اور فرمایا: واللہ میں ان سے جدا نہ ہونگی۔ اگر تم انہیں مارنا چاہتے ہو تو مجھے بھی قتل کر دو۔

ابن زیاد نے ان کی طرف دیکھا اور کہا: عجبا کہ یہ عورت اپنے بھتیجے کے ہمراہ قتل ہونا چاہتی ہے ! چھوڑو اس کو

کیونکہ یہ اپنی بیماری سے ہی مر جائے گا......

امام سجاد (ع) نے اس کے بعد سفر شام کی مشقتیں، اسیری کے دکھ درد اور دربار یزید کے عذاب کو برداشت کیا... اور اپنی مبارک زندگی کے آخری ایام تک کربلا اور کوفہ و شام کے مصائب کو یاد کرتے تھے اور گریہ فرماتے تھے ...

روایت ہے کہ مدینہ میں ایک باطل گو مسخرہ رہتا تھا جو اپنی بذلہ گوئی اور مذاق کے ذریعے لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ اس نے ایک روز کہا:

علی ابن الحسین نے مجھے تھکا کر رکھ دیا ہے اور میں عاجز آ گیا ہوں کیونکہ میں نے جتنی بھی کوشش کی انہیں نہ ہنسا سکا۔

امام سجاد (ع) محرم الحرام سن 94 یا 95 ہجری، کو 57 سال کی عمر میں اموی بادشاہ عبد الملک ابن مروان کے حکم پر اس کے ایک ملعون بیٹے کے ہاتھوں مسموم ہوئے اور بستر شہادت پر لیٹ گئے۔

امام سجاد علیہ السلام نے بیماری کے عالم میں اپنی اولاد کو جمع کیا اور اپنے فرزند محمد ابن علی کہ وہ بھی کربلا کی مصیبتوں میں موجود تھے جبکہ اس وقت آپ کی عمر صرف 4 سال تھی، کو اپنا وصی مقرر کیا اور انہیں باقر نام دیا اور اپنی دیگر اولاد کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی اور انہیں نصیحت و وصیت کی۔

اس کے بعد امام باقر علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:

میں تمہیں وہی وصیت کرتا ہوں جو میرے بابا نے مجھے اپنی شہادت کے دن وصیت کی تھی اور کہا تھا کہ انہیں ان کے والد گرامی نے وصیت کی تھی اپنی شہادت کے وقت اور وہ یہ ہے کہ:

ہرگز اس شخص پر ظلم مت کرنا جس کا خدا کے علاوہ کوئی دوسرا یار و مدد گار نہ ہو۔

امام سجاد (ع) کا قاتل:

حضرت علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب (ع) ولید ابن عبد الملک کی بادشاہی کے زمانے میں شہید ہوئے۔ چنانچہ عمر ابن عبد العزیز بادشاہ بنا تو کہا: ولید ایک جابر و ظالم شخص تھا جس نے خدا کی زمین کو ظلم و جور سے بھر دیا تھا۔ اس شخص کے دور میں پیروان آل محمد (ص)، خاندان رسالت اور بالخصوص امام سجاد (ع) کے ساتھ مروانیوں اور امویوں کا رویہ بہت ظالمانہ اور سفاکانہ تھا۔

گو کہ مدینہ کا والی ہشام ابن اسماعیل مروان کے زمانے سے مدینہ منورہ پر مسلط تھا لیکن ولید کے دور میں اس کا رویہ بہت ظالمانہ تھا اور اس نے امام سجاد (ع) کے ساتھ شدت آمیز برتاؤ روا رکھا۔ اس نے اہل مدینہ پر اتنے مظالم ڈھائے کہ ولید ابن عبد الملک نے اس کو منصب سے ہٹا دیا اور اپنے باپ مروان کے گھر کے دروازے کے ساتھ رکھا تا کہ لوگ اس سے اپنا بدلہ لے سکیں۔ یہ شخص خود کہا کرتا تھا کہ امام سجاد (ع) سے خوفزدہ ہے اور اس کو ڈر تھا کہ امام سجاد (ع) اس کی شکایت کریں گے، امام سجاد (ع) اپنے اصحاب کے ہمراہ مروان کے

گھر کے سامنے سے گزرے جہاں ہشام ابن اسماعیل کی شکایتیں ہو رہی تھیں لیکن امام اور آپ کے ساتھیوں نے ایک گرے ہوئے منکوب شخص کی کسی سے کوئی شکایت نہیں کی اور ہشام چلّا اٹھا کہ:

اللہ اعلم حیث یجعل رسالته،

خدا خود ہی جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس خاندان میں قرار دے۔

بلکہ روایت میں ہے کہ امام سجاد (ع) نے معزول مروانی گورنر کو اس کے تمام مظالم اور جرائم بھلا کر پیغام بھیجا کہ اگر تم تنگدست ہو تو ہم تمہاری مدد کے لیے تیار ہیں۔

مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ امام سجاد (ع) ولید ابن عبد الملک کے ہاتھوں مسموم ہوئے اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ آپ کو ولید کے بھائی ہشام ابن عبد الملک نے مسموم کیا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ خواہ ہشام ہی امام کا قاتل کیوں نہ ہو، وہ یہ کام ولید کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا تھا چنانچہ ولید ابن عبد الملک ابن مروان ابن العاص رو سیاہ ہی امام سجاد (ع) کا قاتل ہے۔

بحار الانوار،ج 46، ص 152، حدیث 12 و ص 153 و 154

مدینہ منورہ کے عوام اور امام سجاد (ع) کی شہادت کا سوگ:

امام سجاد (ع) کو شدید دور کا سامنا تھا لیکن آپ نے 35 سالہ انسانی اور الہی سیرت و روش کے ذریعے لوگوں کو اپنا مجذوب بنا رکھا تھا اور امامت کی خوبصورت تصویر ان کی نظروں کے سامنے رکھی تھی چنانچہ آپ کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی مانند پورے شہر مدینہ میں پھیل گئی اور لوگ جنازے میں شرکت کے لیے جمع ہو گئے۔

سعید ابن مسیب روایت کرتے ہیں کہ جب امام سجاد (ع) شہید ہو گئے تو مدینہ کے تمام باشندے نیک انسانوں سے لے کر بد کردار انسانوں تک، سب آپ کے جنازے میں شریک ہوئے، سب آپ کی تعریف و تمجید کر رہے تھے اور اشکوں کے سیلاب رواں تھے، امام کے جنازے میں سب نے شرکت کی حتی کہ مسجد النبی (ص) میں ایک شخص بھی نہیں رہا تھا کہ جو اس جنازے میں شریک نہ ہوا ہو۔

بحار الانوار، ج 46، ص 150

امام سجاد (ع) کا ایک اونٹ تھا جو 22 مرتبہ آپ کے ہمراہ سفر حج پر گیا تھا اور حتی کہ امام نے ایک بار بھی اس کو تازیانہ نہیں مارا تھا۔ امام نے اپنی شہادت کی شب سفارش کی کہ اونٹ کا خیال رکھا جائے۔ جب امام سجاد (ع) نے شہادت پائی تو اونٹ اٹھ کر سیدھا امام کی قبر مطہر پر پہنچا اور قبر پر گر گیا جبکہ اپنی گردن زمین پر مار رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ امام محمد باقر (ع) اطلاع پا کر اپنے والد کی قبر پر پہنچے اور اونٹ سے کہا: آرام ہو جاؤ یا پر سکوں ہو جاؤ، اٹھو خدا تجھ کو مبارک قرار دے۔

اونٹ پر سکوں ہو گیا اور اٹھ کر چلا گیا لیکن تھوڑی دیر بعد واپس لوٹا اور اپنی پہلے والی حرکتیں دہرایں اور امام

باقر (ع) نے آ کر اس کو لوٹا دیا لیکن تیسری مرتبہ وہ پھر بھی قبر پر پہنچا تو امام باقر (ع) نے فرمایا:

اونٹ کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ عنقریب مر جائے گا۔

روایت میں ہے کہ امام سجاد (ع) کی شہادت کے تین دن مکمل نہیں ہوئے تھے کہ اونٹ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔

بحار الانوار، ج 46، ص147 و 148، حدیث 2 و 3 و 4 به نقل از بصائر الدرجات و اختصاص

اصول کافی ج 1، ص 467، حدیث 2 و 3 و4

آپ کی شہادت اموی حاکم ولید ابن عبد الملک کے زہر دینے سے ہوئی۔

علی بن یوسف حلی ،العدد القویہ316

محمد بن جریر طبری،دلائل الامامہ،ص192

ابن شہر آشوب، مناقب علی بن ابی طالب ج 3 ص 311

شہادت کے وقت عمر مبارک مشہور قول کے مطابق57 سال تھی۔

ابن شہر آشوب، مناقب علی بن ابی طالب ج 3 ص 311

محمد طبری،دلائل الامامہ 191

کلینی،الکافی ج 1 ص 466

شیخ مفید ،الارشاد، ج 2 ص 137

شیخ طبرسی،اعلام الوری ج 1 480

علی بن یوسف حلی ،العدد القویہ ص 316

آپ نے امام علی علیہ السلام، امام حسن مجتبی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی حیات اور ادوار امامت کا ادراک کیا ہے اور معاویہ ملعون کی طرف سے عراق اور دوسرے علاقوں کے شیعیان آل رسول (ص) کو تنگ کرنے اور ان پر دباؤ بڑھانے کی سازشوں کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔

اہل سنت کی تاریخی روایات کے راوی محمد ابن عمر الواقدی، نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

علی بن الحسین (زین العابدین) نے 58 سال کی عمر میں وفات پائی اور اس کے بعد لکھا ہے:

اس لحاظ سے امام سجاد (ع) 23 یا 24 سال کی عمر میں کربلا کے مقام پر اپنے والد امام حسین (ع) کی خدمت میں حاضر تھے۔

ابن سعد، طبقات الکبری، ج 5، ص 222

ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق، ج 17، ص 256

اربلی، کشف الغمہ، ج 2، ص 191

امام سجاد (ع) سن 94 یا 95 ہجری میں اس زہر کے ذریعے جام شہادت نوش کر گئے جو ولید ابن عبد الملک ملعون کے حکم پر انہیں کھلایا گیا تھا۔ آپ (ع) کو جنت البقیع میں چچا امام حسن مجتبی (ع) کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

شبراوی، الاتحاف بحب الاشراف، ص 143

ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 4، ص 386 و 391

مزی، تہذیب الکمال، ج 13، ص 238

سیوطی، الطبقات الحفّاظ، ص 37

ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج 3، ص 269

مسعودی، مروج الذہب، ج 3 ص 123

جس طرح آپکی جائے پیدائش مدینہ منورہ کے متعلق کسی نے اختلاف نہیں کیا اسی طرح مقام دفن مدینہ ہونے کے متعلق بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

امام سجاد (ع) کے دور میں شروع ہونے والی تحریکیں:

امام سجاد علیہ السلام کے زمانے میں اور کربلا کے واقعے کے بعد مختلف تحریکیں اٹھیں جن میں سے اہم ترین کچھ یوں ہیں:

واقعۂ حَرَہ:

کربلا کا واقعہ رونما ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد مدینہ کے عوام نے اموی حکومت اور یزید ابن معاویہ کے خلاف قیام کر کے حرہ کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کی قیادت جنگ احد میں جام شہادت نوش کرنے والے حنظلہ غسیل الملائکہ کے بیٹے عبد اللہ ابن حنظلہ کر رہے تھے اور اس قیام کا نصب العین اموی سلطنت اور یزید ابن معاویہ اور اس کی غیر دینی اور غیر اسلامی روش کی مخالفت اور اس کے خلاف جدوجہد، تھا۔

امام سجاد (ع) اور دوسرے ہاشمیوں کی رائے اس قیام سے سازگار نہ تھی چنانچہ امام (ع) اپنے خاندان کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل گئے۔ امام زین العابدین (ع) کی نظر میں یہ قیام نہ صرف ایک شیعہ قیام نہ تھا بلکہ در حقیقت آل زبیر کی پالیسیوں سے مطابقت رکھتا تھا، اور آل زبیر کی قیادت اس وقت عبد اللہ ابن زبیر ناصبی کر رہا تھا اور عبد اللہ ابن زبیر وہ شخص تھا جس نے جنگ جمل کے اسباب فراہم کیے تھے۔ یہ قیام یزید کے بھجوائے گئے کمانڈر مسلم ابن عقبہ نے کچل ڈالا جس نے اپنے مظالم کی بناء پر مسرف کا لقب پایا تھا۔

رمخشری، ربیع الابرار، ج1، ص353

طبری، تاریخ الطبری، ج5، ص245

دینوری، الامامه و السیاسه، ج1، ص208

حرہ کے واقعے میں یزیدی لشکر کے حملے میں مسلم ابن عقبہ نے 700 عمائدین سمیت اہل مدینہ کے دس ہزار افراد کو قتل کیا۔

خلیفة بن خیاط، تاریخ خلیفة بن خیاط، قسم1، ص291

ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ یزید کے کمانڈر مسلم ابن عقبہ نے صحابہ میں سے 70 افراد کو قتل کر کے ان کے سر تن سے جدا کر دیئے۔

دینوری، ابو محمد ابن قتیبة الامامة والسیاسة، ج 1، ص 213 / 212

مسلم ابن عقبہ نے اہل مدینہ کے جان و مال کو غارت کرنے کے بعد یزید کے براہ راست حکم پر تین دن تک مدنی عوام کی ناموس کو اپنی سپاہ کے لیے مباح کر دیا اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی بکارت زائل ہوئی اور حرہ کے بعد ہزاروں عورتوں نے بنا شوہر کے زنا کے بچوں کو جنم دیا جن کو اولاد الحرہ کا نام دیا گیا۔

ایک قول کے مطابق 10 ہزار کنواری لڑکیوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا اور اس کے بعد اہلیان مدینہ نے آزاد مسلمانوں کے طور پر نہیں بلکہ عبد یزید (یزید کے بندوں) کے طور پر یزید کی بیعت کی اور جس نے بیعت سے انکار کیا مسرف نے اسے سپرد شمشیر کیا۔ سوائے علی ابن عبد اللہ ابن عباس کے جس کو مسرف کی فوج میں موجود اپنے رشتہ داروں نے بچا لیا۔

مسعودی، ابو الحسن علی، مروج الذهب، ج1، ص / 328

تحریک حرہ کے فعال کارکنوں نے مسرف کی چڑھائی سے قبل ایک ہزار امویوں یا امویوں کے خواہوں کو مدینہ سے نکال باہر کیا تو بعض اموی خاندانوں نے امام سجاد (ع) کے گھر میں پناہ لی اور جب مسرف کے فوجیوں نے شہر میں لوٹ مار کا آغاز کیا تو امام (ع) کا گھر مدنی مظلومین کے لیے پر امن ٹھکانے میں تبدیل ہوا تھا اور حتی کہ مسرف کی واپسی تک 100 کے قریب خواتین اور بچے آپ کے گھر میں تھے اور ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

طبری، أبو جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری ج 2، ص 482/

توابین کا قیام:

توابین کی تحریک واقعۂ کربلا کے بعد اٹھنے والی تحریکوں میں سے ایک تحریک تھی جس کی قیادت سلیمان ابن صرد خزاعی سمیت شیعیان کوفہ کے چند سرکردہ بزرگ کر رہے تھے۔ توابین کی تحریک کا نصب العین یہ تھا کہ بنو امیہ پر فتح پانے کی صورت میں مسلمانوں کی امامت و قیادت کو اہل بیت (ع) کے سپرد کریں گے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نسل سے اس وقت علی بن الحسین (ع) کے سوا کوئی بھی نہ تھا جس کو امامت مسلمین سونپی جا سکے۔ تاہم امام علی ابن الحسین (ع) اور توابین کے درمیان کوئی باقاعدہ سیاسی ربط و تعلق نہ تھا۔

جعفری، تشیع در مسیر تاریخ، ص286

امیر مختار کا قیام:

مختار ابن ابی عبید ثقفی کا قیام، یزید اور امویوں کی حکمرانی کے خلاف واقعۂ عاشورا کے بعد تیسری بڑی تحریک کا نام ہے جو واقعۂ حرہ اور قیام توابین کے بعد شروع ہوئی۔ اس تحریک کے امام سجاد (ع) کے ساتھ تعلق کے بارے میں بعض ابہامات پائے جاتے ہیں۔ یہ تعلق نہ صرف سیاسی تفکرات کے لحاظ سے بلکہ محمد ابن حنفیہ کی پیروی کے حوالے سے، اعتقادی لحاظ سے بھی مبہم اور اس کے بارے میں کوئی یقینی موقف اپنانا مشکل ہے۔

روایت میں ہے کہ جب مختار نے کوفہ کے بعض شیعیان اہل بیت (ع) کی حمایت حاصل کرنے کے بعد امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ رابطہ کیا مگر امام (ع) نے خیر مقدم نہیں کیا۔

طوسی، رجال الکشی، ص126

طوسی، اختیار معرفة الرجال، ص 126

امام سجاد (ع) کے علمی آثار اور کاوشیں:

حدیث امام سجاد (ع) کی التجا بدرگاہ پروردگار:

اللهم اجعلني أهابهما هيبة السلطان العسوف، وأبرهما بر الام الرؤف، واجعل طاعتي لوالدي وبري بهما أقر لعيني من رقدة الوسنان، وأثلج لصدري من شربة الظمأن حتى أوثر على هواي هواهما، وأقدم على رضاي رضاهما، وأستكثر برهما بي وإن قل، وأستقل بري بهما وإن كثر.

بار پروردگارا ! مجھے یوں قرار دے کہ والدین سے اس طرح ڈروں جس طرح کہ کسی جابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے اور اس طرح ان کے حال پر شفیق و مہربان رہوں کہ جسطرح شفیق ماں اپنی اولاد پر شفقت کرتی ہے اور ان کی فرما نبرداری اور ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کو میری آنکھوں کے لیے، چشم خواب آلود میں نیند کے

خمار سے زیادہ، کیف افزا اور میرے قلب و روح کے لیے، پیاسے شخص کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ، دل انگیز قرار دے، حتی کہ میں ان کی خواہش کو اپنی خواہشات پر فوقیت دوں اور ان کی خوشنودی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھوں اور جو احسان وہ مجھ پر کریں اس کو زیادہ سمجھوں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو اور ان کے ساتھ اپنی نیکی کو کم سمجھوں خواہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

صحیفہ سجادیہ، دعای 24، ص 152

صحیفہ سجادیہ اور رسالۃ الحقوق امام سجاد (ع) کی کاوشوں میں سے ہیں۔

شہیدی، علی بن الحسین، ص191-169

صحیفہ سجادیہ، امام سجاد (ع) کی دعاؤں پر مشتمل کتاب ہے جو صحیفہ کاملہ، اخت القرآن، انجیل اہل بیت اور زبور آل محمد کے نام سے مشہور ہے۔

رسالۃ الحقوق بھی امام سجاد علیہ السلام سے منسوب رسالہ ہے جو مشہور روایت کے مطابق 50 حقوق پر مشتمل ہے اور زندگی میں ان کو ملحوظ رکھنا ہر انسان پر لازم ہے۔ پڑوسیوں کا حق، دوست کا حق، قرآن کا حق، والدین کا حق اور اولاد کا حق، ان حقوں میں شامل ہیں۔

شہیدی، علی بن الحسین، ص170-169

امام سجاد (ع) کے قریبی اصحاب:

ایک روایت کے ضمن میں منقول ہے کہ امام سجاد (ع) کو صرف چند افراد کی معیت حاصل تھی:

سعید ابن جبیر، سعید ابن مسیب، محمد ابن جبیر ابن مطعم، یحیی ابن ام طویل، ابو خالد کابلی۔

طوسی، اختیار معرفة الرجال، ص 115

طوسی، اختیار معرفة الرجال، ص 123

شیخ طوسی، نے امام سجاد (ع) کے اصحاب کی مجموعی تعداد 173 بیان کی ہے۔

طوسی، اختیار معرفة الرجال، ص 115

امام سجاد (ع) شیعیان اہل بیت (ع) کی قلت کا شکوہ کرتے تھے اور فرماتے تھے مکہ اور مدینہ میں ہمارے حقیقی پیروکاروں کی تعداد 20 افراد سے بھی کم ہے۔

ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج 4، ص 104

مجلسی، بحار الانوار، ج 46، ص 143

كتاب الغارات، ص 573

يا اَبَا الْحَسَنِ يا عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ یا زَیْنَ الْعابِدینَ یَا بْنَ رَسُولِ اللّهِ یا حُجَّةَ اللّهِ عَلی خَلْقِهِ یا سَیِّدَنا وَمَوْلینا اِنّا تَوَجَّهْنا وَاسْتَشْفَعْنا وَتَوَسَّلْنا بِکَ اِلَی اللّهِ وَقَدَّمْناکَ بَیْنَ یَدَیْ حاجاتِنا یا وَجیهاً عِنْدَ اللّهِ اِشْفَعْ لَنا عِنْدَ اللّهِ -----

التماس دعا-----